سوال نمبر۱ اقبال کی نظم "فرشتوں کا گیت" کا فکری جائزہ لیجئے۔

جواب: علامہ اقبال کی یہ نظم "لینن خدا کے حضور میں" اور "فرمان خدا" کی درمیانی کڑی ہے لینن نے خدا کے حضور میں جو عرضداشت پیش کی اس پر فرشتوں نے خدا سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے کائنات کے خالق! تیرے بنائے ہوئے نقوش کا حسن ابھی مکمل نہیں ہوئے ہیں۔ دنیا میں ابھی بھی عقل کا غلط استعمال ہو رہا ہے اور اس پر کوئی روک ٹوک نہیں۔ عشق کا جذبہ ابھی بھی عام نہیں ہوا۔ ابھی تک عشق کو اس کا صحیح مقام نہیں مل سکا ہے۔ دنیا میں اصلاح کی جو ضرورت پہلے تھی وہ اب بھی ہے چونکہ حالات کم و بیش وہی ہیں۔ اب بھی متقی، صوفی، جوگی، مذہبی پیشوا، سرمایہ دار اور ارباب اقتدار معصوم اور بھولے بھالے عوام کو اپنی ہوس اور ریاکاری کا شکار بنانے کے درپے ہیں۔ ابھی بھی دولت مند لوگ اپنی دولت کے نشے میں مست ہیں اور غریب تباہ حالی کا شکار ہیں۔ حکمران اونچے اونچے محلوں میں عیش کر رہے ہیں، اور غریب گلی کوچوں میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ اہل علم، دین دار، دانشور اور فنکار، سب ہوس پرستی کی غلامی میں مبتلا ہیں۔ اور ان ہی اہل ثروت کے حکم پر چلتے ہیں اور ان کے دلوں میں عشق الٰہی کا وہ جذبہ بیدار نہیں ہوا جو دل کی آگ میں کھو گیا ہے۔

اے خدا! عشق زندگی کا جوہر ہے اور عشق کا جوہر خودی ہے۔ لیکن یہ تلوار ابھی تک نیام سے باہر نہیں آئی۔ یعنی زندگی کی تکمیل اگرچہ تکمیل خودی سے ہوتی ہے لیکن ابھی تک اکثر لوگ دنیاوی عیش و عشرت کے طلب گار اور تربیت خودی سے بے نیاز ہیں۔

ظاہراً اقبال فرشتوں کی زبان سے لینن کے خیالات کی ترجمانی کر رہے ہیں لیکن دراصل انہوں نے عقل اور عشق کے فرق کو واضح کر کے اشتراکی نظام اور اسلام کے نظریہ حیات کی وضاحت کی ہے۔ اس نظم میں شعریت بھرپور ہے اور عہد حاضر کے مسائل کو بہت عمدہ پیرائے میں پیش کیا گیا ہے۔

سوال نمبر۲ اقبال کی نظم "لینن خدا کے حضور میں" کا فنی جائزہ لیجئے؟

جواب: اقبال کی نظم "لینن خدا کے حضور میں" ان کے تصورات اور زور تخیل کا عمدہ نمونہ ہے۔ انہوں نے اس نظم کے ذریعہ یہ دکھایا ہے کہ اسلام کا نظریہ حیات ہی سب سے مکمل و منظم نظریہ حیات ہے۔ کیونکہ اسلام کے نظریہ حیات میں دوسرے تمام نظریات کے عمدہ پہلو شامل ہیں۔

لینن روس کا پہلا صدر اور اشتراکیت کا زبردست حامی تھا۔ وہ خدا کے حضور میں پیش ہو کر پہلے تو یہ اعتراف کرتا ہے کہ وہ ساری عمر عقل کے ذریعہ خدا کو تلاش کر کے اس کے وجود سے انکار کرتا رہا۔ لیکن اب اس کے وجود کی عظمت ظاہر ہوئی۔ اس کے بعد لینن خدا کے حضور میں مزدوروں اور سرمایہ داروں کی کشمکش کا نقشہ دکھاتا ہے اور خدا سے سوال کرتا ہے کہ اے خدا! دنیا میں عدم مساوات کیوں ہے، جب کہ تیرا مذہب اسلام مساوات کا حامی ہے۔

اس نظم میں فکری اور فلسفیانہ عناصر کی پیشکش کے باوجود شعریت ہے۔ عمدہ تشبیہات و ترکیبات بھی بے انتہا موجود ہیں۔ بعض اشعار فصاحت و بلاغت کے بہترین نمونے پیش کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۳ علامہ اقبال کی نظم "ذوق و شوق" کا فکری و فنی جائزہ لیجئے؟

جواب: نظم ذوق و شوق اقبال کے تصورِ عشق کی آئینہ دار ہے۔ نظم کا موضوع حسنِ ازل کی تلاش کا ذوق و شوق ہے۔ اقبال نے عشق کو ایسی روحانی مسرت اور ایسی قوت کا نام دیا ہے جو انسان کو انسانیت کے اعلیٰ مدارج سے روشناس کراتا ہے اور زندگی میں حرکت و عمل کا جذبہ پیدا کرنے میں مددگار و معاون ثابت ہوتا ہے۔

اس نظم کا مرکزی خیال یہی اشارہ کرتا ہے اس دنیا کی تعمیر و ترقی کے لئے جذبۂ عشق بہت ضروری ہے۔ یہ اشارہ عشق کی طرف ہے جسے عشقِ الٰہی کہتے ہیں جس کے وصل کا تصور اس مادی دنیا میں ناممکن لگتا ہے اس لئے عاشق عمر بھر ایک نوع کی بے قراری، لذتِ طلب اور ذوق و شوق سے سرشار رہتا ہے اور اس بے تابی کی وجہ سے سرگرمِ عمل رہتا ہے یعنی بارگاہِ الٰہی کی راہ میں اس کا سفر جاری رہتا ہے اور اس سفر میں اس کا رشتہ عشق ہوتا ہے۔ یہ وہ جذبہ ہے جس کے بغیر احکامِ شریعت بھی محض رسم و رواج بن کر رہ جاتے ہیں۔ دراصل یہی وہ قوت اور طاقت ہے جس کے سامنے عقل کا کوئی زور نہیں چلتا۔

اس نظم کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ نظم ایک خوبصورت تمہید کے ساتھ شروع ہوتی ہے جس کے پسِ منظر میں صبح کا وہ منظر ہے جو طلب و تلاش کے لئے زندگی کا سامان فراہم کر رہا ہے۔ آفتاب سے نور کی ندیاں رواں ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ بارش کے بعد سرخ اور نیلی بدلیاں مدینہ منورہ کے قریب وجوار کی پہاڑیوں میں منڈلا رہی ہیں۔ فضا کی خوشگواری کا یہ عالم ہے کہ لگتا ہے کہ کسی نے پہاڑ کو سرخ اور نیلی چادریں پہنا دی ہیں۔ گرد و غبار سے پاک ہے اور پتے دھل گئے ہیں، ریگزاروں کی ریت مخمل سے زیادہ ملائم ہے ان حسین مناظر میں اقبال ایک بار حسنِ ازل کو دیکھتے ہیں اور یہ منظر انہیں بے چین اور سرگرم رکھتی ہے۔ حسنِ ازل کے عشق میں وہ عمر بھر محو سفر رہتے اور انہیں یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ جذبہ کتنوں کو سرگرمِ عمل رکھے ہوئے ہے۔ دنیا کی ساری چہل پہل اسی کے دم سے ہے اور ازل سے اب تک رنگ و بو کے سینکڑوں قافلے اسی جذبے سے سرشار تلاشِ حق میں نکل چکے ہیں۔ بہر حال اقبال ایک بار پھر حسنِ ازل کے جلوہ نمائی دیکھنے کا خواہش مند ہے تاکہ دنیا کی ظلمت میں کمی واقع ہو سکے۔

نظم "ذوق و شوق" میں علامہ اقبال کے فلسفیانہ تصورات و نظریات پوری طرح شعری پیکر میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ اس نظم میں تشبیہات و استعارات کی خوبصورتی جو نمایاں ہیں وہ قابلِ تعریف ہے اور اقبال کے خوبصورت بیانات معانی کی ایک دنیا اپنے اندر رکھتے ہیں جسے پڑھنے کے بعد قاری معانی کے اس سمندر میں پہنچ جاتا ہے جہاں وسعت و گہرائی ہے سعر

آگ بجھی ہوئی ادھر، ٹوٹی ہوئی طناب ادھر
کیا خبر اس مقام سے گزرے ہیں کتنے کارواں

اس نظم کے دوسرے بند میں بھی کئی خوبصورت تلمیحات پیش کی گئی ہیں۔ مثلاً غزنوی، اہلِ حرم کے سومنات، گیسوئے دجلہ و فرات یہ سارے الفاظ اپنے مخصوص پس منظر کے ساتھ ابھرتے ہیں لیکن فنی لحاظ سے اسی کا سب سے اچھا رنگ اسی شعر میں نظر آتا ہے۔ جہاں ایک ہی خوبصورت مشہور واقعات اور شخصیات کی جانب اشارے ہیں سعر

صدقِ خلیل بھی ہے عشق صبرِ حسین بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

اس نظم کا آخری بند بھی اپنی اہمیت و افادیتِ معنوی لحاظ سے اپنے آپ میں الگ ہوئے ہے بعض اشعار بہت ہی خوبصورت اور معنی خیز ہیں جیسے:
عشق تمام مصطفیٰ! عقل تمام بولہب

لہٰذا نظم "ذوق و شوق" ایک طویل ارتقائی کیفیت و اہمیت سے مالامال ہے۔ ابتداء میں جو حسنِ ازل پہلے بند میں آیا تھا۔ وہی مختلف کیفیات و تاثرات اقبال کی نگاہوں کے سامنے ابھرتا ہے اور اسی کے ذکر پر یہ تمام نظم تمام ہوئی ہے۔